حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی
مہتمم دارالعلوم دیوبند

ضبط و ترتیب
ادارہ الحق

مسلک دیوبند کا تحفظ

اور

علماء دیوبند کی اجتماعی ذمہ داریاں

دارالعلوم دیوبند کی عظمت جامعیت اور ہمہ گیری

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں فضلاء دیوبند کے ایک بڑے اجتماع میں کی گئی تقریر

ہر قسم کی مشرکانہ آمیزشوں اور تمام رسومات و بدعات کی آلائشوں سے یکسر پاک و صاف معتدلانہ نظامِ عقیدہ و عمل جو عقلِ سلیم کے مطابق ہو اور قرآن و سنّت سے سرمو متجاوز نہ ہو کا نام مسلک و مشرب دیوبند ہے اور اس کے وابستگان درحقیقت ارشادِ نبوی ما انا علیہ و اصحابی۔ کی بناء پر اہلِ سنّت والجماعت کا مصداق کامل، اس مسلک و مشرب کو اپنانے والا ہر عقلمند اور فہم سلیم کا حامل مسلمان بقول علامہ اقبالؒ دیوبندی ہے اس مسلک و مشرب کی حفاظت و فروغ اور دشمنانِ دین کی ریشہ دوانیوں اہل ھوی و الحاد کی دست درازیوں اور اہل بدعت کی ہوس رانیوں سے اس کا تحفظ علماء دیوبند کی اجتماعی ذمہ داری ہے اور اجتماعیت کے لئے اوّلین ضرورت تنظیم کی ہوتی ہے ایسی ہی ضرورت پر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے چند سال قبل (۲۴ رجون ۱۹۶۲ء کی صبح) دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر دارالعلوم دیوبند کے ابناء قدیم فضلاء دیوبند کے ایک خاص اجتماع سے حسب ذیل خطاب فرمایا تھا، جسے اس وقت ضبط کر لیا گیا ___ اس وقت حالات ہمیں مسلک و مشرب کی حفاظت و فروغ کیلئے جد و جہد اور اہل بدعت کی دجل و تلبیس کو طشت ازبام کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ پیشِ نظر تقریر میں حضرت نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند

کے ظاہری و معنوی جانشین مسلک دیوبند سے وابستہ تمام حضرات سے مخاطب ہیں۔ جسے ہم آج الحق میں پہلی بار شائع کر رہے ہیں۔ (سمیع الحق)

★

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) بزرگانِ محترم! دارالعلوم دیوبند جس کا نام آپ کل سے بار بار سن رہے ہیں، اور یہ تمام اکابر جو اس وقت یہاں دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس میں آپ حضرات کے سامنے جمع ہیں، اسی دارالعلوم دیوبند کے اجزا و اعضاء ہیں دارالعلوم کے ارکان ہیں۔ ان ہی حضرات کے اجتماع کا نام دارالعلوم دیوبند ہے۔ خواہ دارالعلوم کے اندر ہوں یا باہر ہوں۔

بقائے دین کیلئے دارالعلوم دیوبند کا الہامی قیام | دارالعلوم دیوبند کا قیام رسمی طور سے عمل میں نہیں آیا۔ کہ چند آدمی شہر کے ذمہ دار حضرات جمع ہوئے۔ اور ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ صورت نہ تھی۔ بلکہ صورت یہ تھی کہ انگریزوں کا تسلط و اقتدار ہندوستان میں آیا۔ دین کی کس مپرسی کا حال سب کے سامنے ہوا۔ خدشہ یہ ہوا کہ اسلام شاید اب باقی رہے یا نہ رہے۔ تو اس وقت جتنے اولیاء اور اکابر تھے، یکدم ان کے قلوب میں وارد ہوا کہ ایسا کوئی ادارہ ہونا چاہئے۔ کہ اس کے ذریعے سے دین اور علم دین باقی رہے۔ دین کی حفاظت کی جا سکے۔ اگر یہ باقی رہے۔ تو تمام چیزیں اسلام اور مسلمان کی باقی رہ سکتی ہیں۔ اور اگر دین و علم دین باقی نہ رہے۔ تو خدانخواستہ مسلمان مسلمان نہ رہ سکیں گے۔

اہل اللہ کو کشف و الہام | دین کا ابقاء علم دین کی ابقاء سے ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ باقی نہ رہے اور مسلمانوں کی قوت و شوکت اگر باقی بھی ہو تو قابل اعتناء نہیں۔ تو وقت کے تمام اہل اللہ کے قلوب میں وارد ہوا کہ ایسا ادارہ ضروری ہے۔ ایک مجلس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ اکابر جمع ہوئے تھے۔ دین کے بارہ میں فکر دامنگیر تھی، تو کسی نے کہا کہ میرے قلب پہ وارد ہوا ہے۔ کہ مدرسہ قائم ہو، کسی نے کہا کہ مجھے کشف ہوا ہے کہ مدرسہ قائم ہونا چاہئے۔ غرض تمام اولیاء اللہ کا اجماع منعقد ہوا۔ کہ ادارہ قائم ہو، تو ایک رسمی صورت نہ تھی۔ بلکہ غیبی اور باطنی صورت تھی، الہامی اور کشفی صورت تھی۔ چنانچہ الہام خداوندی کے تحت اس مدرسے کا قیام عمل میں آیا۔

قیام دارالعلوم کیلئے حاجی امداد اللہؒ کی توجہات | حضرت مولانا یاسین صاحب دیوان جی حضرت نانوتوی العلومؒ کے خادم خاص اور معتمد علیہ تھے۔ جب حج کو گئے۔ مکہ معظمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں جانا ہوا۔ جو پورے مشائخ کے شیخ اور مرشد طریقت تھے، تو رخصت کے وقت عرض کیا کہ ہمارے مدرسہ کے لئے بھی دعا کریں۔ حضرت حاجی صاحب نے یہ سن کر تعجب سے

جواب میں فرمایا: چہ خوب پیشانیاں تو برسوں ہم نے رگڑیں، راتوں بھر سجدے کئے، دعائیں ہم نے مانگیں۔ اب جب مدرسہ قائم ہوا، تو مدرسہ آپ کا ہو گیا۔ اور پھر فرمایا: کہ ہمارا خیال مدرسے کا تھانہ بھون یا نانوتہ میں قائم ہونے کا تھا۔ ہمیں کیا خبر تھی۔ کہ دیوبند والے یہ غنیمت لے اڑیں گے۔ تو مدرسہ دیوبند کا قیام ہنگامی حالات اور مشورہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ اکابر کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ سجدے کئے جا رہے تھے۔ راتوں کو دعائیں مانگی جا رہی تھیں۔ حق تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ معلوم ہوا۔ کہ الہام غیبی سے مدرسہ قائم ہوا۔

دارالعلوم کی پہلی اینٹ رکھنے والوں کی روحانیت | اس ادارہ کی عمارت کی سب سے پہلی اینٹ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دارالعلوم کے جلیل القدر استاذ کے نانا میاں جی منے شاہ نے رکھی۔ ان کا نام محمد حسینؒ تھا۔ میاں جی صاحب مرحوم کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے فرمایا کہ میں آج پہلی اینٹ ایک ایسے شخص سے رکھواؤں گا۔ کہ جسے کبھی عمر بھر صغیرہ کے درجہ میں بھی گناہ کا تصور نہیں ہوا۔ استغراق اور ربودگی کی یہ کیفیت طاری تھی۔ کہ اپنی اولاد تک کو نہ پہچانتے۔ ان کے داماد تھے۔ اللہ بندہ نام تھا۔ جب ان کی خدمت میں آتے۔ تو پوچھتے، نام بتاؤ۔ تو وہ جواب دیتے اللہ بندہ۔ پھر پوچھتے: کون؟ تو جواب دیتے، آپ کا داماد ہوں۔ دس منٹ بعد پھر وہی استغراق۔ یہ کیفیت استغراق کی جاری رہتی۔ نہایت ہی پاک طینت بزرگ تھے۔ جب انتقال ہوا۔ اور غسل کے لئے تختے پر لٹائے گئے۔ تو چشم دید واقعہ مولانا محمد یٰسین صاحب نے سنایا، جو میرے فارسی کے استاد تھے۔ اور آپ کے پاکستان کے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے خود سنایا کہ تختے پر لٹاتے ہی میاں صاحب ایک دم کھل کھلا کر ہنسنے لگے۔ شور مچ گیا۔ لوگ دوڑ پڑے۔ جب مجمع زیادہ ہوا تو ہنسنا بند ہوا۔ تو اس قماش کے لوگ تھے جنہوں نے دارالعلوم کی پہلی اینٹ رکھی۔ پھر حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت قاضی محمد اسماعیل صاحب منگلوریؒ اور دوسرے اکابرؒ نے بعد میں اینٹ رکھی۔ ظاہر ہے کہ اینٹ رکھنے والے ایسے اولیاء اللہ اور روحانیت میں ڈوبے ہوئے ایسے لوگ ہوں۔ تو اس مدرسہ کی بنیادیں کتنی مضبوط ہونگی۔ آج بحمد اللہ اس پر سو برس کے قریب زمانہ گذر گیا ہے۔ ہزاروں مصائب آ آ کر ختم ہوئے۔ اور وہ مدرسہ ترقی کرتا گیا۔ برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ اور آج تک اسی آب و تاب سے قائم ہے۔ یہ ایک رسمی بات ہے۔ کہ فلاں شخص وہاں کا مہتمم ہے۔ عہدیدار ہے، یا مدرس ہے۔ اور اسے ترقی دیتا ہے۔ یہ غلط ہے اور محض ایک تہمت ہے۔ ترقی دینے والے غیبی طاقتیں ہیں۔ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کرتا ہے۔ میں نے حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب عثمانی سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ دارالعلوم

آدمیوں کو بناتا ہے۔ آدمیوں نے دارالعلوم کو نہیں بنایا۔

دارالعلوم دیوبند کی شان مرکزیت | یہ ایک کسوٹی ہے۔ پرکھ ہے۔ یہاں دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء ہیں۔ اور مدارس قائم کئے ہوئے ہیں۔ میں برما گیا، تو دارالعلوم کے فیض یافتہ موجود، افغانستان گیا تو سینکڑوں علماء موجود اور قصبہ قصبہ آباد ہے۔ مدارس قائم کر چکے ہیں۔ یہاں کثرت سے فضلاء سرگرمی سے اپنے کام میں لگے ہیں۔ ان سب کا رجوع دارالعلوم کیطرف ہے۔ یہ اس ماحول کے آثار ہیں۔ وہاں کی غیبی طاقت ہے۔ کہ سب کا تعلق اور رجوع اس مرکز کیطرف ہے۔ وہاں کے فضلاء کہتے ہیں کہ جب ہم دارالعلوم سے جدا ہوئے تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے ماں کی گود سے جدا ہونے کی حالت ہے۔ گویا ایک جاذبیت ہے، روحانیت ہے۔ اور دارالعلوم مرکز روحانیت بن گیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی شان مجددیت | ہر ایک صدی میں کوئی نہ کوئی مجدد آئے گا، جو دین کو نکھارے گا، عقائد اعمال اور کلیات دین میں لوگ جو فرق اور خرابی ڈالیں گے۔ مجدد ہر صدی میں آکر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کر دے گا۔ تو فرمایا کہ مجدد کے لئے فرد واحد ہونا شرط نہیں۔ جماعت بھی مجدد بن سکتی ہے۔ اور فرمایا کہ دارالعلوم کے بانی حضرات حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ ان سب کی حیثیت مجدد کی سی ہے۔ اور ان حضرات کا مظہر اتم دارالعلوم ہے۔ گویا دارالعلوم کی حیثیت مجدد کی سی ہے۔ جس نے بدعت و سنت کو الگ الگ کیا۔ دین کو غلط ملط، غل و غش سے پاک صاف کر دیا مسائل میں جو غلط لوگوں نے کیا تھا۔ اسے نکھار نکھار پاک صاف رکھ دیا۔ یہ ایک کیفیت ہے، دارالعلوم کی۔ مادی چیزوں میں تغیر اور انتشار ہوتا ہے۔ روحانیت میں قدرتی طور پر اجتماع ہوتا ہے۔ اور دارالعلوم کی بنیاد روحانیت پر ہے۔ مادہ کا خاصہ ہی تغیر ہوتا ہے اور روحانیت میں ایسا نہیں ہوتا۔ ایک شیخ کے مرید، ایک استاد کے شاگرد قدرتی طور پہ مجتمع رہتے ہیں۔ آپس میں جڑے رہتے ہیں۔ اسیطرح دارالعلوم کے فضلاء کے قلوب ایک مرکز سے وابستہ ہیں۔ اور حقیقی طور سے وابستہ ہیں۔

گویا دارالعلوم کی حیثیت مجدد کی سی ہے، جس نے بدعت و سنت کو الگ الگ کیا۔ دین کو غلط ملط، غل و غش سے پاک صاف کر دیا۔ مسائل میں جو غلط لوگوں نے کیا تھا، اسے نکھار نکھار پاک صاف رکھ دیا۔

بانی دارالعلوم کے زمانہ میں باہمی اتحاد و اتفاق | تو اتحاد کا مرکز ہے۔ تو قدرتی طور پر ان کا آپس میں اتحاد قائم ہے۔ میں نے حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب سے سنا کہ حضرت نانوتویؒ جب تک حیات تھے۔ ان کی سرپرستی دارالعلوم کو حاصل تھی۔ تو کیفیت یہ تھی۔ اور ہماری حالت یہ تھی کہ

لوگ اختلاف کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ہمارے دلوں میں افتراق کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔ اور جب ان کی وفات ہوئی۔ اور حضرت گنگوہیؒ کی سرپرستی آئی تو اگر کچھ اختلافات اٹھتے بھی۔ مگر حضرت گنگوہی کی روحانیت کی وجہ سے ختم ہو جاتے۔ ان کی روحانی طاقت انہیں دبا دیتی۔ اور قوت مجتمع رہتی۔ پھر خلفاء کے زمانے میں مراکز الگ الگ ہوئے۔ مرکز خلفاء بن گئے۔ مگر قوت مجتمع تھی۔ مریدین آپس میں مجتمع تھے۔ اس وقت سوال پیدا ہوا۔ کہ مراکز کے اختلافات کی وجہ سے رسمی طور سے تنظیم ہونی چاہئے۔ تاکہ رسمی طور بھی ایک اتفاق پیدا ہو جائے۔ ایک نظام اور تنظیم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ مرکز پر سب متحد رہیں۔ ورنہ مشائخ کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے صورتِ اختلاف تشتت وظاہری پراگندگی کی نمایاں ہو جاتی ہے۔ گو وہ درحقیقت مذموم نہ ہو۔

تنظیم فضلاء کی ضرورت | اس وقت بزرگوں کے دلوں میں وارد ہوا کہ تنظیم ابنائے دارالعلوم دیوبند ہونی چاہئے۔ یہ تنظیم ابنائے قدیم آج کی بات نہیں۔ ہاں زیادہ قوت اس تنظیم میں ابھی چند سال ہوئے کہ پیدا ہوئی۔ ورنہ مولانا حبیب الرحمان صاحبؒ نے میرے والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب مرحوم کے زمانہ میں جب کہ دارالعلوم ان کے ہاتھ میں تھا۔ اسکی ضرورت محسوس کی۔ زیادہ قوت سے اس کی ضرورت اب محسوس کی گئی۔ یہ تنظیم کوئی سیاسی تنظیم نہ ہو۔ نہ سیاسی مقاصد اس کے ساتھ متعلق ہوں۔ بلکہ اس تنظیم کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ فضلاء دینی علمی قابلیتوں سے عظیم کام انجام دے رہے ہیں۔ ان کو منظم کیا جائے۔ تاکہ زیادہ مؤثر ثابت ہو سکیں۔ آج ہزاروں کی تعداد میں دارالعلوم کے فضلاء ہیں فیض یافتہ ہیں۔ جو دین کو ... سنبھالے ہوئے ہیں۔ مختلف ممالک ... میں اس کے ... فضلاء پھیلے ہوئے ہیں۔

یہ تنظیم کوئی سیاسی تنظیم نہ ہو، نہ سیاسی مقاصد اس
کے ساتھ متعلق ہوں۔ بلکہ اس تنظیم کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ فضلاء
دینی علمی قابلیتوں سے عظیم کام انجام دے رہے ہیں۔ ان کو منظم کیا جائے تاکہ
زیادہ مؤثر ثابت ہو سکیں

خدمات دارالعلوم کی ہمہ گیری اور وسعت | جہاں تک مدارس کا تعلق ہے۔ کوئی قصبہ ایسا نہیں، جو ان سے خالی ہو۔ ان سو برس میں جتنی خدمت اس ادارے نے کی، کوئی نظیر اس کی نہیں۔ جہاں تک تصانیف کا تعلق ہے۔ ہزارہا ہزار تصانیف اس جماعت کے مختلف مسائل پر موجود ہیں۔ ایک حضرت تھانویؒ کو دیکھا جائے۔ تو ایک ہزار تصانیف اپنے ترکے میں چھوڑ گئے۔ ہر زبان میں تصانیف ہر علم میں ہر فن میں تصانیف موجود ہیں۔ نظم میں موجود ہیں۔ نثر میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ایک ہزار کے قریب مواعظ الگ چھوڑ گئے۔ کچھ چھپ گئے ہیں۔ کچھ باقی ہیں۔ گویا ایک

ایک فرد نے ایک ایک امت کے برابر کام کیا ہے۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مرید و متوسل ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے ہزارہا ہزاروں شاگرد، مریدین اور متوسلین ملک کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت تھانوی کے مریدین ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں الگ پھیلے ہوئے ہیں۔ سب اپنے اپنے رنگ میں دین کا کام کر رہے ہیں۔ حدیث، فقہ، فتوٰی، تفسیر، عمل جہاد ہر میدان میں اس جماعت کے لوگ نمایاں آئیں گے۔

عزض یہ کہ ہزاروں لاکھوں افراد کے ایمان کو سنبھالے ہوئے ہیں کام سب سے بڑھ کر خدمت کے میدان میں تمام جماعتوں سے آگے اور زیادہ۔ ہر دیہات میں کوئی نہ کوئی فاضل موجود ہے شہرت نہیں۔ اخباروں اور رسالوں میں نام نہیں۔ مگر ہزاروں کے ایمان کو سنبھالے اور خود بھی سنبھلے ہوئے ہیں۔ آج آپ کے اکوڑہ خٹک میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب سلمہ اللہ تبارک و تعالٰی ایک ہی شخصیت نے دار العلوم قائم کیا۔ یہ ہزاروں لوگ علماء و مشائخ جو اس وقت یہاں دار العلوم حقانیہ میں نظر آرہے ہیں۔ یہ ان کی نہیں بلکہ دار العلوم دیوبند کی خدمت ہے۔ ایک شخص کے ساتھ ہزاروں لوگوں کا دین وابستہ ہے۔ مگر رسمی طور پر اگر کسی نے کہا کہ دار العلوم دیوبند نے کیا خدمات انجام دئے ہیں۔ اس کے فارغین کیا کیا کام کر رہے ہیں۔ تو چونکہ انتشار ہے منتظم نہیں ہیں۔ تو صحیح خدمات آپ نہیں بتلا سکتے اگرچہ خدمتیں بیشمار ہیں۔ آپ اجمالاً بیس ہزار کی تعداد کہہ سکیں گے۔ مگر یہ معلوم نہ ہوگا۔ کہ ان بیس ہزار علماء و فضلاء نے کیا کام کر دکھایا۔ مورخ بھی اجمالاً ذکر کر دے گا۔ مگر تفصیلی طور سے اسے کچھ معلوم نہ ہوگا۔ دنیا کو اجمالاً بھی پتہ نہ چل سکے گا۔

خدمات اور کارناموں کی ضبط و تنظیم | لہٰذا اسی مقصد کے لئے شعبۂ تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم کا بنیاد رکھا گیا۔ تاکہ دار العلوم کے روحانی ذریت کے کارنامے منضبط ہو سکیں۔ مقصد خدمات کی تنظیم ہے۔ افراد کی تنظیم نہیں۔ اس کے لئے ایک فارم تیار کیا گیا جس کی سرخیاں میں نے خود لکھیں۔ کہ ہر فاضل اس کی خانہ پری کر کے بھیج دے۔ اس کے مدت فراغت۔ اور کہاں اقامت ہے۔ تصنیف و تالیف کے کیا اور کون سے کام کئے۔ جائے سکونت اور بیعت و ارشاد کے بارے میں سوالات لکھے گئے۔ الحمد للہ۔ کہ ڈھائی تین ہزار فارم پر ہو کر آگئے۔ اور یہ خدمات اور کارنامے اگر کتابی شکل میں شائع ہو گئے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان حضرات نے دنیا کو دین و ایمان سے بھر دیا ہے۔ اور پھر ان حضرات کے وعظ و ارشاد، تعلیم و تبلیغ سے اور ہزاروں متکلم، خطیب، شیخ طریقت، واعظ، مبلغ تیار ہوئے۔

اب اسی مقصد کے لئے یہ ارادہ کیا جا رہا ہے کہ ماہنامہ دارالعلوم کے چار صفحات اسی غرض کے لئے مخصوص کر دئے جائیں۔ کہ ان میں دارالعلوم کے فضلاء کا ذکر ہو۔ سن وار ان کے حالات اور کارنامے بیان کر دئے جائیں۔ یہ دین اور علم دین اور علماء کی ایک عظیم الشان تاریخ ہو گی۔ دارالعلوم اس چار دیواری کا نام نہیں۔ اس تمام نظام، مسلک تحریک اور خدمات کا نام ہے۔ جو ہند و بیرون ہند میں قائم ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے مولانا حبیب الرحمان صاحب سے ذکر کیا کہ بریلی میں ایک مدرس ہیں۔ جو دارالعلوم کے نمایاں فاضل ہیں۔ اسے دارالعلوم میں بلالیں۔ مولانا خاموش رہے۔ چپ ہو گئے تین دفعہ عرض کیا گیا، پھر عرض کیا۔ کہ آپ کیوں رکاوٹ کرتے ہیں۔ فرمایا: ان کو بلانا غلط ہے۔ اس لئے کہ جو فاضل جہاں بیٹھا ہے۔ وہاں دارالعلوم دیوبند قائم ہے۔ اسی طرح گویا ہر شہر و قصبہ میں دارالعلوم قائم ہے۔ یہ دارالعلوم دیوبند کی وسعت ہے۔ اور آپ فاضل کو بلا کر دارالعلوم کے دائرے کو سمیٹ کر محدود کر رہے ہیں۔ اور میں سمیٹنا نہیں چاہتا۔ یہ ساری روحانی اولاد اسی دارالعلوم کی ذریت ہے۔ کسی کا ایک بچہ رہ جاتا ہے کسی کے دو کسی کے تین۔ دارالعلوم کے لاکھوں بیٹے ہیں۔ لاتعداد اولاد ہے۔ اور جائز اولاد ہے، اعمال ہیں، علوم ہیں، معارف ہیں۔ جو انبیاء کا ترکہ ہوتا ہے۔ اور اس ترکہ میں ہر ایک کو بقدر ظرف حصہ ملا ہے۔

مولانا رفیع الدینؒ کا کشفی اور الہامی خواب | حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ جو دارالعلوم کے مہتمم اور امی محض تھے، منقطع عن الخلائق صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ حضرت نانوتویؒ نے بلا کر مجبور کیا۔ دارالعلوم کے اہتمام کے لئے، فرمایا: میں تو محض امی ہوں۔ نہ لکھنا جانتا ہوں، نہ پڑھنا۔ فرمایا اس کا تعلق لکھنے پڑھنے سے نہیں۔ بلکہ قلب سے اس چیز کا تعلق ہے۔ چنانچہ مولانا اہتمام کے لئے بیٹھ جاتے۔ اور جو کچھ لکھواتے، لکھ دیا جاتا۔ اور اس پر مولانا کی مہر لگالی جاتی تھی۔ بہرحال حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ ادارہ بڑا ہے۔ میں اس ذمہ داری کو کس طرح سنبھال سکوں گا۔ اور اتنا تحمل کس طرح کر سکوں گا۔ اس واقعہ سے پہلے ان کا ایک اور واقعہ سنیئے۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ کے اہتمام کے زمانے میں دارالعلوم میں پچاس ساٹھ طالب علم تھے۔ جو بیس پچیس طلبہ مطبخ سے کھانا لیتے تھے۔ یہ کل کائنات تھی۔ حضرت مولانا دارالعلوم کے احاطہ مولسری میں کھڑے تھے۔ ایک طالب علم شوربہ کا پیالہ لایا اور غصہ سے مولانا کے سامنے پٹک دیا، اور کہا: کہ یہ سالن ہے یا پانی ہے۔ یہ کھانا مطبخ سے کھلاتے ہو۔ بے ادبی کے الفاظ بھی استعمال کئے۔ کہا کہ یہ ہے آپ کا اہتمام۔ مولانا نے تین مرتبہ سر سے پاؤں تک اس طالب علم کو دیکھا۔ اور فرمایا۔ یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں، لوگوں نے کہا، مدرسہ کا طالب علم ہے۔ یہاں مقیم ہے۔ مطبخ سے کھانا لیتا ہے۔ فرمایا: کچھ بھی ہو، مدرسہ کا طالب العلم نہیں۔ طلبہ چپ رہے۔ دو تین

دن کے بعد تحقیق سے معلوم ہوا کہ واقعی مدرسہ کا طالب العلم نہیں تھا۔ اس نام سے دھوکہ دیکر مدرسہ سے کھانا لینے داخل ہوا تھا۔ طلبہ نے آپ سے پوچھا۔ حضرت آپ کو کس طرح معلوم ہوا، کہ مدرسہ کا طالب علم نہیں۔ فرمایا: کہ جب مدرسہ کا اہتمام میرے سپرد ہوا، پریشانی تھی، کہ کس طرح یہ کام سنبھالوں گا۔ اسی عالم میں رات کو خواب دیکھا۔ صاحب دل اور عارف ربّانی تھے۔ اور صاحب دل کا خواب، آدھا خواب اور آدھا کشف ہوتا ہے۔

خواب میں دارالعلوم کا صورت مثالی | تو فرمایا کہ میں نے مونسری (دارالعلوم کا ایک احاطہ) کے کنوئیں کو دیکھا، کہ کنوآں دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مَن پر بیٹھ کر دودھ تقسیم فرما رہے ہیں۔ کسی کو لوٹا بھر کر دے رہے ہیں، کسی کو دیگ میں، کسی کو بالٹی میں مل رہا ہے۔ اور کوئی پیالہ بھر رہا ہے۔ اور جس کے پاس برتن نہیں، تو چلو میں ہی پی کے چلا گیا۔ اپنے اپنے ظرف کے مطابق لوگ دودھ بھر کے لے جا رہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد ہے، آنکھ کھل گئی، تو میں نے مراقبہ کیا، تعبیر کے لئے۔ منکشف ہوا کہ یہ کنواں صورت مثالی ہے دارالعلوم دیوبند کا۔ اور یہ دودھ صورت مثالی ہے علم کی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صورت مثالی ہیں قاسم العلم کی۔ جو تقسیم کر رہے ہیں علم کی۔ اور یہ لے جانے والے طلبہ ہیں، جو بقدر ظرف لیتے جا رہے ہیں۔ اب اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا نے فرمایا: کہ جب شوال کا داخلہ ہوتا ہے، تو میں فوراً طلبہ کو پہچان جاتا ہوں، کہ یہ طلبہ کے اس مجمع میں موجود تھا۔ اب جب یہ طالب العلم آیا۔ تو میں نے اوپر سے نیچے تک اس پر نگاہ ڈالی۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ اس مجمع میں نہیں تھا۔

طلبہ دارالعلوم کا انتخاب بھی خدائی ہوتا ہے | الہامی طریقہ سے اس کا علم ہوا۔ معلوم ہوا کہ دارالعلوم کے طلبہ کا انتخاب بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ جہاں بھی کام کرتے ہیں۔ غالب آتے ہیں۔ غلبہ پر ایک واقعہ یاد آیا۔ مولانا تھانوی رح نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں چودہ ۱۴ طالب العلم دورہ حدیث میں تھے۔ دستار بندی کی تجویز ہوئی۔ یہ دارالعلوم کا دوسرا جلسہ تھا۔ ہمیں بھی پگڑی باندھنے کا ارادہ کیا گیا۔ تو ان چودہ طالب علموں نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ جلسہ کو رکوانے کی کوشش کرنی چاہیئے، کیونکہ ہم امیوں کو پگڑی بندھوائی جائے گی۔ اور ہم اہل نہیں۔ جس سے مدرسہ کی بدنامی ہوگی۔ غرض ان چودہ طالب علموں نے مولانا تھانوی رح کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ کہ جا کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رح سے جلسہ رکوانے کی درخواست پیش کریں۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رح دارالعلوم کے اوّل مدرس تھے۔ حضرت تھانوی رح جب ان کی خدمت میں پہنچے، تو مولانا محمد یعقوب صاحب مطالعہ کر رہے تھے، کتابوں کا۔ حضرت تھانوی رح نے

ہیبت بھی اس وقت کی بتلادی کہ میں جب حجرہ میں پہنچ گیا۔ تو ڈسک پہ کتاب رکھی ٹیک لگائے تھے۔ اور بہت گہرے طریقے سے مطالعہ کر رہے تھے۔ کتابوں کا ــــ نگاہ اٹھائی، اُن کا رعب اتنا تھا۔ کہ ہر ایک برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ پوچھا۔ خیر تو ہے۔ کیسے آنا ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا: کہ میں نے درخواست پیش کی کہ دیوبند میں جلسۂ دستار بندی ہو رہا ہے۔ اگر یہ علم ہو تو تعمیل سے انکار نہیں۔ اور اگر کہنے کا موقع ہو، تو ہماری درخواست ہے کہ ہم اس کے اہل نہیں۔ نالائق ہیں۔ پورا مدرسہ اور ہمارے اکابرؒ و اساتذہ بدنام ہو جائیں گے۔ جلسہ روک دیا جائے۔ اور ہماری نالائقیوں سے پردہ نہ ہٹایا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے عیوب پر پردہ ڈالا جائے۔ یہ سنکر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو جوش رحمت آیا۔ فرمایا: یہ تمہاری نالائقی کا احساس تمہاری سعادتمندی کی علامت ہے۔

طلبۂ دارالعلوم کی کامیابی و کامرانی | اور جب آدمی میں اپنی نالائقی کا احساس آجائے تو یہ اس کی کمال و فضیلت اور سعادتمندی کی دلیل ہے۔ اور ہم جو یہ جلسہ کریں گے۔ تو وہاں اعلان کریں گے۔ کہ فیما بیننا او بین اللہ۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ لوگ ہمارے نزدیک اہل ہیں، قابل ہیں۔ اور جس کی مرضی ہو، ان کا کسی فن میں بھی امتحان لے لیں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ اور بھی ڈر گئے، کہ آئے تھے، جلسہ رکوانے کے لئے اور یہاں امتحان دینے کا الگ کہا گیا۔ بہرحال ہم وہاں سے چلے گئے۔ جاتے وقت حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے ایک جملہ فرمایا: کہ دنیا گدھوں سے بھری پڑی ہے۔ جہاں بھی تم جاؤ گے۔ وہاں تم ہی تم ہوگے۔ تمہارا ہی غلبہ ہوگا۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تجربہ کیا۔ کہ جہاں گئے۔ ہمیں ہم نظر آئے، جہاں گئے غالب ہی غالب رہے۔ کیونکہ حق ہی کو غلبہ ہے۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ غالبیت کے لئے حق ہے۔ اور مغلوبیت کے لئے باطل ہے۔

بہرحال یہ ہے فضلاء دیوبند کی تنظیم جو دراصل خدمات کی تنظیم ہے۔ دوسرا فائدہ اس میں یہ ہے کہ کچھ خدمات مرکز کی ہیں۔ کچھ فضلاء کی حلقوں کے سامنے خدمات ہیں۔ اس واسطے بھی تنظیم ہونی چاہئے

تنظیم کے فوائد | کہ مرکز کو فضلاء کے خدمات کا پتہ لگے۔ اور فضلاء کو مرکز کے خدمات سامنے آتے رہیں۔ اگر فضلاء کو کسی مدد کی ضرورت و حاجت ہو۔ تو ادھر مرکز کو پتہ لگے۔ اور اس کے لئے سوچے اور مرکز کے ضرورتوں کا علم فضلاء کو ہو۔ غرض جانبین سے ایک رابطہ قائم رہے گا۔ ہندوستان میں دیکھا گیا۔ کہ فتنے اٹھتے ہیں۔ علمی فتنے، عملی فتنے ہر قسم فتنے اٹھتے ہیں۔ فضلاء دیوبند نے مقامی طور پر ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان فتنوں کو مغلوب کیا۔ مرکز کو پتہ نہیں کہ فضلاء نے کیا خدمات انجام دیں۔ اور فضلاء کو

یہ شکایت رہتی ہے۔ کہ ہم بڑے بڑے کام کر رہے ہیں۔ لیکن مرکز ہماری خبر نہیں لیتا۔ ہماری تحسین نہیں کرتا۔ تو اس غرض سے تنظیم کا سلسلہ قائم کیا گیا۔ کہ اگر ضرورت پڑے گی۔ تو آپس میں اجتماعی آواز ہو گا۔ ان کی حمایت میں آواز اٹھے گی۔ یا مرکز کوئی شخص ان کی امداد کیلئے بھیج سکے گا۔ جماعتی آواز کا اثر اور طاقت ہو گا۔ دین کا فائدہ ہو گا۔ قوم کو فائدہ ہو گا۔ تو یہ تنظیم خدمات کا ہے۔ افراد کا نہیں۔ اس صورت میں خدمات زندہ جاوید رہیں گی۔ منظم ہونا قوم کو ہر حیثیت سے مفید رہے گا۔ باہمی تعاون جاری رہے گا۔ خدمات کا انضباط کیا جا سکے گا کہ کہاں کہاں اور کیا کیا خدمات انجام دی جا رہی ہیں۔ اس کی ضرورت اس وجہ سے بھی پیش آئی۔ کہ مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے دعوے بڑے بڑے کئے۔ اور کام بہت تھوڑا کیا۔ یا بالکل نہیں کیا۔ معمولی خدمات مگر نمائش زیادہ۔ ہمارے ہاں کام ہوتا ہے۔ مگر نہ اخبارات نہ اشتہارات۔ اور دعوے یہ لوگ کرتے ہیں۔ کہ ہند ملک کو ہم نے سنبھالا ہے۔ ہمارے اکابرؒ کے ہاں کام ہے نام نہیں۔ نام نہیں۔ پروپیگنڈہ نہیں۔ لوگ چھوٹے چھوٹے خدمات اخبارات میں دیتے ہیں۔ میں سوچا کرتا ہوں کہ دارالعلوم میں روزانہ جلسے ہوتے ہیں۔ لیکن کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ جتنے لوگ اشتہارات منصوبوں اور پروگرام کے بعد کسی جلسے میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں بلا کسی منصوبہ آئے دن اتنے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہیں۔ مگر پروپیگنڈہ بہت ہے۔ کام کے درجہ میں صفر ہوتے ہیں۔ کئی لوگ، دارالعلوم کو جاننے والے نہیں کہ کیا خدمتیں انجام دیں۔ اس تنظیم میں ایک فائدہ یہ بھی ہو گا۔ کہ مرکز میں بھی انبساط ہو گا۔ اور فضلاء کا دل الگ بڑھے گا۔ خدمتیں نمایاں ہو کر آئیں گی، اور بھی کئی قسم کے فوائد ہیں۔ یہ صورت پیش آئی۔ کہ تنظیم ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے کچھ قواعد و ضوابط منضبط کئے گئے۔ تنظیم کو صوبہ وار پھر ضلع وار رکھا گیا۔ کہ فضلاء دارالعلوم علاقہ وار جمع ہو کر ایک کو ذمہ دار مقرر کریں۔ صدر نائبین سیکرٹری منتخب کریں۔ یہ خیال زیادہ اس وجہ سے بھی پیدا ہوا کہ اکابرؒ نے ارادہ کیا، ایک جلسہ دستار بندی کا بھی ہو جائے۔ تقریباً پچاس برس سے جلسہ دستار بندی نہیں ہوا ۱۳۲۸ھ سے لیکر اب تک درج رجسٹرڈ فضلاء کی تعداد چھ ہزار تک ہے۔ ان چھ ہزار علماء کی دستار بندی کرائی جائے۔ اس واسطے اشتہارات جاری کئے گئے۔ ایک مستقل دفتر قائم کیا گیا۔ کہ اس تنظیم کے نظم و نسق کو سرانجام و ترتیب دیں۔ اس کے اعلانات جاری کئے گئے۔ تو ملک میں اس کا شہرہ ہوا۔ ملک میں اس کا شدید انتظار ہے۔ بیرونی ممالک کے لوگ بھی منتظر ہیں۔ کیونکہ ان میں حجازی بھی ہیں۔ ایشیاء سماٹرا، ملایا، چینی، ترکستانی، ایسٹ افریقہ، افغانستان کے فضلاء ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ تو ہزاروں کی تعداد میں جب جلسہ ہو گا۔ تو ایسے صورت میں گورنمنٹ کے سامنے ویزوں کیلئے

درخواست دینی ہوگی۔ متعلقہ حکومتوں سے اجازت لینی ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ مصارف کا تخمینہ اور ساتھ ہی ساتھ آمدنی کا اندازہ وغیرہ اہم امور ہیں۔ کیونکہ حاضرین کا اندازہ ڈیڑھ دو لاکھ سے کم نہ ہوگا۔ پورے ملک میں انتظار ہوگا۔ ہم لوگ اس پریشانی میں مبتلا ہیں۔ کہ دیوبند کی آبادی تیس ہزار ہے۔ اور اگر دو لاکھ آدمی آجائیں۔ تو اس مختصر آبادی میں کس طرح سما سکیں گے، کہاں بسیں گے۔ ہر ایک فاضل کو پگڑی باندھنی ہوگی۔ اور اگر دس روپے قیمت فی پگڑی ہو، تب بھی پچاس ساٹھ ہزار روپے صرف پگڑیوں کے مصارف ہوں گے۔ اور اگر یہ بھی آسان ہو جائے۔ تو اس کے باندھنے کا مسئلہ ہے۔ کل یہاں (دارالعلوم حقانیہ میں) ۳۰-۲۵ طلبہ کو پگڑی بندھوانی تھی۔ تو بڑے بزرگ تھک گئے۔ ہاتھ تھک گئے۔ مگر ختم نہیں ہو رہے تھے۔ تو یہ تقریباً پانچ ہزار پگڑیاں باندھنا آسان کام نہیں۔ کل دستار بندی کے وقت ہمارے مولانا عبدالحنان صاحبؒ (ہزاروی) نے تو خوب جملہ چسپاں کیا کہ یہ پگڑیاں ہیں، یا سوٹا بازی ہے۔ میں نے کہا کہ پگڑیاں بھی کلف دار ہیں۔ اور باندھنے والے بھی مکلف ہیں۔ اور پگڑیاں بھی ذرا مکلف ہونی چاہئیں۔ کلف لگا ہوا ہو۔ یہ بھی ضرورت ہے کہ اس وقت پیچ وخم نہ ہو۔ بلکہ پہلے سے باندھ کر رکھ دئے جائیں۔ (یہ جملے حضرت نے مزاحاً فرمائے)

خیر ان حالات کی وجہ سے یہ جلسہ نہیں ہو سکا۔ مجلس شوریٰ میں یہ بھی بحث میں آیا۔ کہ دارالعلوم کے سو سال پورا کرنے میں ایک سال باقی ہے۔ تو پورا ہونے پر سو سالہ جشن منایا جائے بہرحال منصوبہ ہے۔ تجویز ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور امداد پر منحصر ہے۔ وسائل جمع کرنے کے لئے سوچ رہے ہیں۔ کہ ہند و بیرون ہند کے دو ڈھائی لاکھ افراد جمع ہو سکیں۔ اور انعقاد کیا جا سکے۔ یہ تنظیم کی غرض وغایت ہے۔ یہ چند باتیں تنظیم کے بارے میں ذکر کئے گئے۔ یہاں آج اس مجلس میں اس صوبہ کے فضلاء اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ مقاصد پر غور کیا جائے۔ میں تو دیکھ کر خوش ہونے والوں میں ہوں گا۔ اب کام کرنا ان حضرات کو ہوگا۔ کام آپ حضرات ہی کا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق | ایڈیٹر الحق کے قلم سے تعمیر اخلاق اصلاح معاشرہ، عبادات کا اخلاقی پہلو، افراط وتفریط سے پاک معتدلانہ نظام۔ قیمت: ۵/۵۰ روپے۔

مکتبہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور